صد سالہ جشن دارالعلوم منظر اسلام مبارک

تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا کا مقام

تحریر
صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اسلام آباد

باہتمام : کے ۔ ایم ۔ زاہد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا گیا حضور ﷺ کے خلق کے بارے میں بتایئے! آپ نے فرمایا تم قرآن نہیں پڑھتے! حضور اکرم ﷺ کا خلق قرآن ہے--- تو قرآن حکیم سیرت مجتبیٰ ہے، اور نعت مصطفیٰ ہے (ﷺ) ---قرآن ہی سے سب نے نعت گوئی سیکھی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دربار رسالت مآب ﷺ میں نعتیں اور قصیدے پیش کئے، حضور انور ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منبر بچھوائے، اللہ اکبر! نعت کہنے والوں اور نعت پڑھنے والوں کی کیا شان ہے!---صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جو سلسلہ شروع ہوا وہ ابتک جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری و ساری رہے گا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے عشق رسول علیہ التحیۃ والتسلیم سے فیض پایا، بیشک عشق فیض رساں ہے، ذرے کو مہتاب بناتا ہے اور مہتاب کو آفتاب بناتا ہے، وہ علم و عشق کے آفتاب تھے، ان کی روشنی نے دلوں کو روشن کر دیا، دماغوں کو جلا بخشی، انسانوں کو انسان بنایا، شاعری وہی ہے، ادب وہی ہے جو انسانوں کو انسان بنائے، جس نے انسانوں کو حیوان بنایا اس نے شعر و ادب کو رسوا کیا---امام احمد رضا نے داغ مجاز مٹا کر اردو شاعری پر نقش حقیقت جمایا، شعر و ادب کی لاج رکھ لی اور اس کو بلندیاں عطا کیں---

صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری زید لطفہ، چوں کہ گہوارۂ علم و ادب لکھنؤ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے فطری طور پر ان کو ادب و شاعری سے لگاؤ ہے، آپ کے جدامجد مولانا ہدایت رسول لکھنوی علیہ الرحمہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے خاص تعلق رکھتے تھے اس

لئے صاحب زادہ صاحب بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے خاص عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان کے صدر بھی ہیں۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے انتھک جدو جہد کر رہے ہیں۔پیش نظر مقالہ ان کے تعلق قلبی کا آئینہ دار ہے۔

صاجبزادہ سید وجاہت رسول قادری زید عنایتہ، نے اس مقالے میں صحف سماوی، آیات قرآن، اور عہد نبوی میں نعت مصطفیٰ ﷺ کی تجلیات کا ذکر کیا ہے، صحابہ کرام، امام اعظم ابوحنیفہ، امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے بہت سے فارسی شعراء وعرفاء ،اردو کے قدیم وجدید نعت گو شعراء کا ذکر کیا ہے پھر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی اردو شاعری پر روشنی ڈالی ہے اور ضمناً عربی شاعری کا بھی ذکر کیا ہے، ادیبوں کی آراء بھی پیش کی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ مقالہ اپنے موضوع پر ایک اچھی کاوش ہے جس میں قارئین کرام کے لئے نئی اور مفید معلومات بھی ہیں۔

حال ہی میں رانچی یونیورسٹی، بہار میں ایم -اے اردو، کے نظم کے پرچے میں امام احمد رضا کے دیوان ''حدائق بخشش'' کو شامل کرلیا گیا ہے۔اس سے بہت پہلے سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد سندھ میں قصیدۂ نور کو شامل کیا گیا تھا، اور حال ہی میں کراچی یونیورسٹی، کراچی کے شعبۂ اصول الدین میں دوسرے علوم وفنون میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی کاوشوں کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی شخصیت ہمہ گیر اور عالم گیر ہے، دنیا کی جامعات کو ان کے علوم وفنون سے استفادہ کرنا چاہیے۔الحمدللہ چند سالوں سے عالمی جامعات نے اس طرف توجہ کی ہے اور بہت سے مفید کام ہوئے ہیں، امام احمد رضا کی شاعری ان کے آفتاب علم ودانش کی ایک کرن ہے، مولیٰ تعالیٰ اس آفتاب عالم تاب سے سارے جہاں کو منور فرمائے-آمین-

ڈاکٹر محمد مسعود احمد
کراچی، (اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۲۳/ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ
۱۹/مارچ ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا کا مقام

عاشقاں را شد مدرس حسن دوست
صد کتاب و صد ورق خود روئے اوست

نعت رسول مقبول ﷺ کا موضوع اس قدر وسیع بلکہ لامحدود ہے کہ اس پر جو کچھ بھی لکھا جائے کم ہے اور کیوں نہ ہو جب خالق کائنات عزوجل خود اور اس کے فرشتے سرور کائنات ﷺ کے تعریف وتوصیف میں مشغول ہوں تو پھر اس کی وسعتوں اور پہنائیوں کا اندازہ انسانی فکروذہن اور زبان وبیان کیسے کرسکتا ہے۔

نعت گوئی کی تاریخ بہت قدیم ہے، اس کا تعلق براہ راست اس عہد سے ہے جب پہلے انسان حضرت آدم علی نبینا التحیۃ والثناء اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے بلکہ آیات ربانی ہمیں واضح طور سے یہ بتاتی ہیں کہ نعت خوانی کا یہ عمل تو اس سے بھی کہیں قدیم ہے اور ابدالآباد تک جاری رہے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید فرقان حمید میں دو مبارک محفلوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک محفل عمومی تھی اور ایک محفل خصوصی تھی۔ عالم ارواح میں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیق انسان و کائنات سے ہزاروں ہزار سال قبل تمام ارواح کو جمع کر کے ''أَلستُ بربکم'' کا(۱) سوال کیا تھا، تمام ارواح نے سید انس و جاں رحمت عالم ﷺ کے جواب ''بلیٰ'' کے بعد ان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ مقصود اپنے حبیب مکرم ﷺ کی شان یکتائی و زیبائی دکھانا تھا، کہ ذات باری تعالیٰ کی معرفت اور اس کے دربار عالی تک رسائی محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ دوسری خصوصی محفل میں صرف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح مقدسہ موجود تھیں اسے ''میثاق النبیین'' (۲) کا نام دیا گیا۔ اس میں سید الانبیاء ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام سے انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کو متعارف کرایا گیا ان پر ایمان لانے، ان کی تصدیق کرنے اور انکی مدد و نصرت کا ان سے عہد لیا گیا ایک دوسرے کو اس عہد پر گواہ بنایا گیا اور خود خالق ارض و سموات بھی ان لوگوں پر گواہ بنا اور یہ بتایا اور جتایا گیا کہ نبوت و رسالت انہی کے صدقے میں تمہیں ملے گی، تم سے حکم الٰہی کا خلاف ممکن نہیں لیکن پھر بھی تنبیہہ و تاکید کی گئی کہ ان کے حکم کی تعمیل یا ان کی تعظیم میں ذرا سی غفلت بھی تمہیں اپنے منصب سے معزول کرنے اور تمہیں ہلاکت میں ڈالنے کا سبب بن سکتی ہے۔ مختصراً یہ کہ سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے دور سے لیکر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور تک ہر نبی و رسول نے اللہ جل شانہ، کے محبوب مکرم، رسول اعظم، نبی اکرم ﷺ کی شان بیان کی، ان کی آمد کی بشارت دی اور ان کے حسن و جمال اور جود و کمال کی تعریف میں نعتیں کہیں۔ ان تمام نبیوں اور رسولوں کے صحیفوں اور آسمانی کتابوں میں سرکار ابد قرار ﷺ کی ہزارہا نعتیں لکھی ہوئی تھیں۔ اب بھی تحریف شدہ توریت وانجیل میں آپ کے حسن و کمال اور جود نعال کا تذکرہ موجود ہے جو باوجود تحریف کے نہ مٹ سکا۔ مثلاً ملاحظہ ہو انجیل مقدس کا ایک اقتباس (۳):

''لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا اور تمہیں

آئندہ کی خبریں دے گا''۔

قرآن کریم اللہ رب جلیل کا عظیم کلام ہے ''الحمد'' سے ''والناس'' تک تمام کا تمام محبوب کبریا علیہ التحیہ والثناء کے جلال و جمال اور شان و کمال کا بیان ہے، قرآن کریم کی ہر آیت کریمہ مدحت رسول کے نمونے پیش کر رہی ہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ جہاں اپنی یکتائی و بے نیازی کا اعلان فرما رہا ہے وہاں بھی براہ راست مخلوق سے مخاطب نہیں ہے بلکہ اس کی بجائے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے یہ اعلان سننا اور کروانا پسند فرماتا ہے:

قل هو الله احد (۴)

اے محبوب تم فرماؤ کہ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے

اس ایک مثال سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں اپنے محبوب مکرم ﷺ کی تعریف وتوصیف میں جس سے اس کو بے پناہ محبت ہے کیسے کیسے حسین پیرائے استعمال کر رہا ہے۔ اس کا مقصود ہی اپنے محبوب ﷺ کی رفعت و منزلت بیان کرنا اور اپنی مخلوق سے خلقت کے شکرانے میں اپنے محبوب ﷺ کی تعریف و توصیف اور ان کے ذکر کا چرچا کروانا ہے۔ بایں ہمہ شان قرآن کریم تو سراپا نعت ہی نعت ہے، فرق صرف کم نظری یا بالغ نظری کا ہے۔ لیکن دو آیات کریمہ ایسی ہیں جن سے براہ راست نعت گوئی اور مدحت سرکار رسالتمآب ﷺ کی ترغیب وتشویق ہوتی ہے۔

(۱) **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** (۵)

(اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا)

(۲) **إِنَّ اللهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط**

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً (۶)

(بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر

اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو)

یہ آیات کریمہ بتا رہی ہیں کہ محبت رسول اللہ ﷺ کا قلب و روح میں جاں گزیں ہونا شرط ایمان ہے اور زبان حال و قال سے مدحت سرائی رسول اللہ ﷺ میں مشغول ہونا دلیل ایمان ہے، یہی مقصود حیات ہے اور حیات بعد الممات میں وجہ نجات ہے یہ وہ عمل ہے جو قرآن وسنت کی روشنی میں افضل ترین اعمال سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو شمع رسالت کے پروانے تھے اور دربار رسالت پناہی کے ادب وآداب سے پوری طرح باخبر تھے، ان سے زیادہ کون اس حقیقت سے آگاہ ہوسکتا تھا کہ مدحت سرائی خواجہ طیبہ اور ثنا خوانی سرکار مدینہ ﷺ خدائے قدوس اور نوری ملائکہ کا عمل بن کر سنت الٰہیہ بن گیا ہے۔ اس لئے حب رسول ﷺ کی شمع روشن کرنے اور دلوں میں چراغ مصطفوی کو جلائے رکھنے کا سب سے مؤثر ذریعہ نعت رسول ﷺ ہی ہے۔ چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قدسی صفات جماعت نے ذوق نعت کی حرارت و چنگاری سے ہی ''عشق رسول'' کی آگ کو اپنے سینوں میں جلائے رکھا۔ اس مقدس جماعت نے نعت کا ڈھنگ قرآن کریم سے سیکھا اور اس کو مبارک آیات کو مدحت سرائی کا معیار قرار دیا نہ صرف یہ، بلکہ انہوں نے اپنی تمام دینوی اور اخروی مشکلات و مسائل کے حل کے لئے نعت ہی کو سرکار بیکس پناہ میں استغاثہ کا ذریعہ بنایا چنانچہ احادیث وسیر کی کتب میں یہ ایمان افروز واقعہ ملتا ہے کہ ایک صحابی رسول کو شدت قحط کے دوران جب بھوک و افلاس نے گھیرا تو انہوں نے آقائے کائنات ﷺ کی بارگاہ عالم پناہ میں حاضر ہوکر زبان نعت سے یہ منظوم استغاثہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی:-

أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَآءُ يَدْمٰى لِبَا بُهَا   وَقَدْ شَغَتْ أُمِّ الصَّبِى عَنِ الطِفْلِى
وَأَلْقَتْ بِكَفَّيْهَا الْفَتٰى لِاِسْتَكَانَةٍ   مِنَ الْجُوْعِ ضُعْفًا لَّايَمُرُّ وَلَايُحْلِى
وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا   وَأَيْنَ الْفِرَارَ الْخَلْقِ إِلَّا إِلَى الرُّسُلِ

مفہوم :-

(یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے دودولت پر شدت قحط کی ایسی حالت میں حاضر آئے ہیں کہ اپنے والدین کی چہیتی کنواری لڑکیوں کے سینے کام کاج کرتے کرتے شق ہوگئے اور ان کے چھاتیوں سے خون بہہ نکلا، مائیں اپنے پیارے بچوں کو بھول گئی ہیں، قوی ہیکل جواں مردوں کا بھوک کی نقاہت سے یہ حال ہوگیا ہے کہ اگر کوئی لڑکی ان کو دونوں ہاتھ سے دھکا دیدے تو وہ عاجزانہ زمین پر گر پڑتے ہیں اور نقاہت کا یہ عالم ہے کہ ان کے منہ سے اچھا برا لفظ بھی نہیں نکلتا، یارسول ﷺ ہم غریبوں مصیبت کے ماروں کا آپ کے سوا کون ہے جس کے پاس ہم بھاگ کر پناہ کے لئے جائیں، سچ تو یہ ہے کہ مخلوق کے لئے جائے پناہ ہی کہاں ہے رسولوں کی بارگاہ عالی کے علاوہ)

یہ اشعار سن کر غریبوں کے ماویٰ وملجا، رحمت عالم ﷺ نے منبر شریف پر جلوہ افروز ہوکر دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیئے اور ابھی دعا سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے بادل امنڈ کر آئے اور اس قدر برسے کہ مدینہ منورہ جل تھل ہوگیا لوگ پھر دوڑے ہوئے آئے کہ فریاد یارسول اللہ فریاد! ہمارے مکان واثاثہ ڈوب رہا ہے، مویشی ہلاک ہو رہے ہیں یہ سن کر بادلوں سے ارشاد فرمایا ہمارے گرد برس ہم پر نہ برس، مدینہ منورہ کی فضا صاف ہوگئی اردگرد بادل برستے رہے یہ دیکھ کر سید عالم ﷺ متبسم ہوئے اور فرمایا کہ ''کوئی ہے جو ابی طالب کے نعتیہ اشعار مجھے سنائے'' حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ابوطالب کی طویل نعت کے یہ اشعار سنائے:

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالَ الْيَتَمٰى عِصْمَةً لِّلْاَرَامِلِ

تَلُوْذُ بِهِ الْهَلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

مفہوم:

(وہ حسین گورے رنگ والے کہ جن کے چہرہ مبارک کے صدقے میں پانی مانگا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان، نبی ہاشم (جیسے غیور لوگ) مصیبت کے وقت ان کے جائے پناہ میں آتے ہیں، ان کے پاس ان کے دامن کرم میں ان کی نعمتوں اور فضل کے سائے میں زندگی بسر کرتے ہیں)۔(۷)

امام شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم'' میں سید عالم ﷺ کے میلاد مبارک کے حوالے سے خلفاء راشدین صحابہ کرام اور دیگر سلف صالحین کے نعتیہ اقوال واشعار نقل کئے ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت گوئی ونعت خوانی کا ذکر کتب احادیث میں تواتر کے ساتھ ملتا ہے۔ بخاری ومسلم میں بھی ان کے متعلق یہ خبر ملتی ہے کہ خسرو کائنات ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نعت سماعت فرمانے کا بہ نفس نفیس اہتمام فرماتے تھے، مسجد نبوی شریف میں ان کے لئے منبر رکھواتے اس پر اپنی ردائے مبارک بچھاتے پھر ان کو حکم فرماتے کے اے حسان تم اللہ اور اس کے رسول کے گستاخوں اور دشمنوں کی ہرزہ سرائی کے جواب میں میری مدحت سراہی کے اشعار پڑھو۔ پھر ان کو اعزاز واحترام کے ساتھ اس منبر پر کھڑا کرواتے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لحن داؤدی کے ساتھ خوب جھوم جھوم کر پڑھتے:

وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِيۡ　　　وَاَكۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقۡتَ مُبَرَّأً مِنۡ كُلِّ عَيۡبٍ　　　كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَاءُ

(یعنی: اے حسن وجمال کے ماہتاب وآفتاب آپ سے بڑھ کر حسین وجمیل میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے بڑا صاحب جلال وکمال دنیا جہان کی عورتوں کی آغوش

میں پیدا ہی نہیں ہوا، آپ ہر عیب سے اس طرح پاک وصاف پیدا ہوئے گویا آپ کی تخلیق آپ ہی کی مرضی کی مطابق ہوئی)

سید عالم ﷺ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زبان سے اپنی نعت سن سن کر خوش ہوتے اورخوشی سے جھومتے اور پھران الفاظ میں ان کو دعا دیتے ''**اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُس**'' اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) سے ان کو تقویت پہنچا اوران کی مدد فرما (اوران کی زبان وقلم کی قوت عطا فرما)

یہ اسی دعا کا اثر تھا کہ جس نے ان کو'' شاعر دربار رسالت پناہی'' کے منصب پر فائز کیا اوران کے الفاظ کو زبان وادب کا وہ حسن عطا کیا کہ جس پر عربی ادب ونعت کا جمال آج تک شرمندہ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ عالی میں ان کی ایک نعت کا ایمانیات سے بھر پور یہ شعر کس قدر صداقت پر مبنی ہے:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِی   لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِی بِحَمَّدٍ

(سچ ہے جب ہم نعت لکھتے یا پڑھتے ہیں تو ہم آقا ومولیٰ ﷺ کے فضائل وکمالات میں کوئی اضافہ نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی مدحت سرائی کا حق ادا کر سکتے ہیں البتہ آپ کی مدحت سرائی کی بناء پر ہمارے کلام کا حسن دوبالا ہوتا ہے اور ہمارے اشعار معتبر ومستند بنتے ہیں)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اس دور میں عبداللہ بن رواحہ کعب بن مالک ، کعب ابن زہیر، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ، حضرت سعد بن ابی وقاص ، حضرت علی ابن ابی طالب ،رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ھم جیسے عظیم المرتبت ''**السابقون الاولون**'' شعرا اپنی متاع عقیدت سرکار رسالت پناہی ﷺ کے حضور لٹاتے نظر آتے ہیں۔(۸)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور عالم قصیدہ ''بانت سعاد'' تو عربی ادب کا شاہکار سمجھا جاتا ہے، جس نے بارگاہ رسالت کے گستاخ اور واجب القتل

''کعب'' کو حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کر دیا۔ان کے بعد عربی و فارسی سر آمد شعراء کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے۔طوالت کے پیش نظر صرف چند کے اسماء گرامی کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ خاندان نبوت کے شاہزادے سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی مشہور نعت کا مطلع یہ ہے:

اِن نِلْتَ یا رُوحَ الصَّبَایَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَم
بَلِّغْ سَلَامِی رَوْضَۃً فِیْھَا النَّبِیّ الْمُحْتَرَم

(اے باد صبا اگر تیرا گزر سرزمین حرم تک ہو تو میرا اسلام اس روضۂ اقدس کو پہنچا دے جس میں نبی محترم سید عالم ﷺ تشریف فرما ہیں)

امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کا نعتیہ قصیدہ ''قصیدۂ نعمانیہ'' کے عنوان سے تمام عالم میں معروف ومشہور ہے اور اس کو جو قبولیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ان کے علاوہ شیخ الاکبر محمد ابن عربی، شیخ جمال الدین صرصری، امام شرف الدین بوصیری، شہاب الدین محمود حلبی، عارف رومی، علامہ جامی، قدسی، شوقی، عرفی نظیری، حافظ شیرازی، سعدی شیرازی جیسے شہرۂ آفاق شعراء (رحمہم اللہ علیہم) اپنے تمام شعری سرمائے کے ساتھ بارگاہ نبوی میں خمیدہ سر نذرانۂ عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

مداح رسول اللہ ﷺ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدۂ بردہ شریف اور اس کے محاسن شعری پر آج بھی عربی لغات وادب کو ناز ہے۔درد و کرب، اضطراب و بے چینی، عشق ومحبت، فصاحت و بلاغت، سجع و براعت اور حسن بیان کے اعتبار سے یہ قصیدہ اپنی مثال آپ ہے۔بارگاہ رسالت پناہی علیہ التحیہ والثناء میں اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج مشرق ومغرب اور عرب وعجم میں کوئی ایسا اسلامی ملک نہیں ہے جہاں صاحب ارشاد وطریقت بطور وظیفہ اس کا ورد نہ کرتے ہوں اور کوئی ایسی محفل نعت یا محفل مولود النبی ﷺ نہیں ہے جس میں بطور تبرک اس کے چند اشعار نہ

پڑھے جاتے ہوں خواہ وہاں کے رہنے والے کوئی سی زبان بولتے ہوں۔ بیماری سے شفا اور ابتلاء ومصیبت کے رفع کے لئے بھی اس کے اشعار کا ورد مجرب ہے۔ خاص طور سے یہ اشعار:

مَولَا یَا صَلِّ وَسَلِّم دَائِماً اَبَداً   عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّھِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدِ الکَونَینِ وَالثَّقَلَینِ   وَالفَرِیقَینِ مِن عُربٍ وَمِن عَجَمِ
ھُوَ الحَبِیبُ الَّذِی تُرجَا شَفَاعَتُہٗ   لِکُلِّ ھَولٍ مِّنَ الاَھوَالِ مُقتَحِمِ
کَم اَبرَاَتْ وَصِبًا بِاللَّمسِ رَاحَتُہٗ   وَاَطلَقَت اَرِباً مِّن رِّبقَۃِ اللَّمَمِ
یَا اَکرَمَ الخَلقِ مَالِی مَن اَلُوذُبِہٖ   سِوَاکَ عِندَحُلُولِ الحَادِثِ العَمَمِ

بلاشبہ یہ سارا عشق مصطفےٰ ﷺ کا فیضان ہے کہ جس نے قصیدۂ بردہ کو قبول عام اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو شہرت دوام عطا کی قصیدے کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ شرحیں اسی قصیدے کی لکھی گئی ہیں:

ذَالِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُوتِیہِ مَن یَّشَاءُ۔(۹)

حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کے ان نعتیہ اشعار کی دربار رسالت میں مقبولیت کا اندازہ لگائیے کہ آج دنیا کے جن گوشوں میں مسلمان آباد ہیں وہاں یہ اشعار زبان زد عام ہیں:

بَلَغَ العُلٰی بِکَمَالِہٖ   کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَت جَمِیعُ خِصَالِہٖ   صَلُّو عَلَیہِ وَاٰلِہٖ

غالباً شاہ فیصل کے عہد تک یہ چاروں مصرعے مسجد نبوی کے ترکوں والے صحن کے ستونوں کے اوپر لکھے ہوئے تھے نہ معلوم کس بناء پر رنگ روغن اور توسیع مسجد کے بہانے اب یہ اشعار مٹادیئے گئے ہیں۔

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ کے ان چار مصرعوں کو بھی جن میں ایک مصرعہ فارسی کا ہے بڑا قبول عام نصیب ہوا:

یَا صَاحِبَ الْجَلَالِ وَیَا سَیِّدَالْبَشَرِ
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِیْرِلَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر
لَایُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقَّهٗ
بعدازخدابزرگ توئی قصه مختصر

ممالک عجم میں اسلام کے فروغ کے ساتھ ساتھ ان ممالک کے ادب و زبان پر بھی شعائر اسلام، قرآنی احکامات، اور صاحب قرآن ﷺ سے قلبی لگاؤ اور محبت کا بھی گہرا اثر پڑا، یہاں تک کہ ادبیات پارس کا ہر ادبی اور شاعرانہ شاہکار سرکار دو عالم ﷺ کے ذکر جمیل سے جگمگانے لگا۔ چنانچہ فارسی کے متقدمین شعراء میں حافظ، جامی، رومی، سعدی، قدسی، فردوسی، نظیری، عرفی، ظہوری وغیرہ کے نام جلی حروف میں ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت سید شیخ عبدالقادری جیلانی، حضرت خواجہ معین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان کے بھی فارسی زبان میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔

محبوب کردگار کی بارگاہ اقدس میں حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا شعری نذرانۂ عقیدت ان کے عشق اور حسن عقیدت کی بلندیوں کا آئینہ دار ہے اور ان کا یہ شعر مدّاحان سید عالم ﷺ کی زبان پر آج بھی محمد رّسول اللہ ﷺ کی مدحت سرائی کا عنوان ہے:

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مولانا جامی اپنی ایک اور نعت میں آرزوؤں کی کیسی خوبصورت بارات سجائے دکھائی دیتے ہیں:

آرزوئے جنّت الماویٰ بروں کردن زدل
جنّتم ایں بس کہ برخاک درت ماویٰ کنم

مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے ان ہی جذبات کو اردو میں یوں منتقل کیا ہے:

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

اسی طرح قدسی علیہ الرحمۃ کی مشہور نعت کا یہ مطلع ہر عاشق رسول کی دل کی دھڑکن ہے:

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی
دل و جان باز فدایت چہ عجب خوش لقبی

برصغیر پاک و ہند میں نعتیہ شاعری کا باقاعدہ نشان سلطان شہاب الدین التمش کے دور سے ملتا ہے۔ اس کے بعد کے دور میں حضرت امیر خسرو نے نعتیہ شاعری کو فروغ بخشا۔ ان کی ایک نعت کا یہ مطلع آج بھی زبان زد خاص و عام ہے اور محبوب کردگار، نبی المختار ﷺ کے جاہ وجلال اور حسن و جمال کے بیان کا کیا خوبصورت پیرایہ ہے، ملاحظہ فرمائیے:

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
انچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

مطلع ثانی میں بھی جانِ جانِ جہاں کے حسنِ روئے جہاں تاب، شمائل و فضائل اور اخلاق و خصائل کی خوبصورت تصویر کشی کی گئی ہے:

شیوہَ شکل و شمائل حرکات و سکنات
خطہ سبز و لب لعل و رخ زیباداری

ان کی ایک نعت برنگ غزل آج بھی کیف وسرمستی کا موجب ہے، اس کا مقطع ملاظہ ہوں:

خدا خود میر مجلس بودا ندر لامکاں خسرو
محمد ﷺ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اردو شاعری کی ابتداء بھی امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے عہد سے ہی ہو چکی تھی، اگر چہ رفتار آج کے مقابلے میں سست تھی اور آج تو اردو شعروادب نے اپنے دامن میں اتنے درشہوار اکھٹے کر لیئے ہیں کہ جس پر دوسری زبانوں کو رشک ہے۔ لیکن یہ امر قابل افسوس ہے کہ اس کے باوجود اردو شعروادب میں مجازی شاعری کے مقابلہ میں حمد ونعت کا سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ قطب علی شاہ، ولی دکنی، میرتقی میر غالب، ذوق، سودا، داغ، مومن، آتش، ناسخ، انیس، دبیر، اصغر، جگر، حسرت، جوش، غرض دبستان دلی ولکھنؤ کے وہ تمام قابل ذکر شعراء جنہیں امام الادب، رئیس المتغز لین، استاد الشعراء جیسے عظیم خطابات سے نوازا گیا اور جن کے کلام بلاغت نظام کو اردوئے معلّٰی کا شاہکار اور اردو شعروادب کی آبرو قرار دیا گیا، حیرت وافسوس ہے کہ ان کے دواوین نعت مقدس کے بہترین سرمائے سے بہت دور تک خالی ہیں۔ البتہ روایتاً ان ناخدایان سخن کے یہاں دیوان کے زیب و زینت کے لئے تبرکاً ایک آدھ حمد اور چند ایک نعتیں ضرور ملتی ہیں۔ معروف محقق اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اردو شاعری کی اس مفلسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اردو شعراء نے حمد ونعت میں بہت کم کہا ہے تقریباً نہ کہنے کے برابر۔ حمد ونعت کا ایک ایک شعر تبرکاً کہا جاتا تھا اور اگر اس کو تبرک

نہ سمجھا جائے تو پھر وہ کسی گنتی میں نہیں''۔(۱۰)

اردو شاعری بلکہ شعر و ادب میں اسد اللہ خاں غالب کا جو مقام مرتبہ ہے اس سے کون واقف نہیں لیکن ان کے مجموعہ کلام میں صرف ایک ہی نعت ملتی ہے جس کا مقطع بہت مشہور ہوا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

امیر مینائی (م ۱۹۰۰ء) اور محسن کاکوروی (م ۱۹۰۵ء) نے اردو میں نعت گوئی کو فروغ دیا اور اس صنف کو فنی زینت بخشی۔ حضرت امیر مینائی کا ایک معراج نامہ بعنوان ''لیلۃ القدر'' اردو ادب میں بہت مشہور ہوا۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''انیسویں صدی عسویں کے وسط سے لیکر آج تک اردو شعراء نے نعت کے موضوع سے جس گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور جس شغف کے ساتھ اپنے کلام میں حب رسول کو جگہ دی ہے، اسے اول اول شاعری کی بلند سطح تک پہنچانے میں محسن کاکوروی اور امیر مینائی ہی کا ہاتھ رہا ہے''(۱۱)

محسن کاکوروی کا شمار بلاشبہ اردو کے بڑے نعت گو شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کی زندگی کا سرمایہ ہی نعتیں ہیں ان کی کلیات میں سوائے ایک مدحیہ قصیدے کے (جو نواب واجد علی شاہ کے لئے کہا گیا) نعتوں کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں۔'' وہ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنہوں نے نعت گوئی کو سنجیدگی سے ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنایا اور اس بلند سطح تک لے گئے جس سے آگے بڑھنا دوسروں کے لئے آسان نہ رہا''(۱۲) لیکن محسن اپنی فکر کا پورا زور الفاظ کی تراش خراش، تشبیہات اور استعارات کی زیبائش و آرائش پر صرف

کرتے نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے بیان کا آرائش حسن تو دو بالا ہو جاتا ہے لیکن نفس مضمون کی روح اس کے دبیز پردوں میں روپوش ہو جاتی ہے ۔ بقول مولانا عبدالسلام ندوی:

''انہوں نے جو نعتیہ قصائد اور نعتیہ مثنویاں لکھی ہیں، انکا بیشتر حصہ ایک معمہ اور چیستان ہے نعت نہیں ہے''۔ (۱۳)

محسن کا معراج نامہ ''چراغ کعبہ'' خوبصورت الفاظ اور نادر تشبیہات کا لہلہاتا گلزار ہے جسے انکے دست فکر نے بڑی کاوش سے سجایا ہے اور ان کے تخیل کی رنگینیوں نے اس میں آب زر بکھیر دیا ہے، لیکن ان کی فکر کی ذرا سی بے احتیاطی کی وجہ سے ان کے معراج نامہ میں ایک ایسا معنوی نقص پیدا ہو گیا ہے کہ جس نے ان کو ایک نعت گو کے بلند منصب سے گرا دیا (۱۴)۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی صاحب نے اپنی پی-ایچ-ڈی کی تھیس ''نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء اور مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری'' کے باب ''نعت گوئی کا فن (الف) احتیاط'' کے تحت امیر مینائی، محسن کاکوروی علامہ اقبال جیسے عظیم نعت گو شعراء کے بعض ایسے اشعار پیش کئے ہیں جن میں حزم واحتیاط کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے اور عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شان الوہیت مجروح ہوئی ہے مثلاً محسن کے یہ اشعار:

عینیت غیر رب کو رب سے   غیریت عین کو عرب سے
ذات احمد تھی یا خدا تھا   سایہ کیا میم تک جدا تھا

امیر مینائی کے مندرجہ ذیل اشعار:

ظاہر ہے کہ لفظ احدو احمد بے میم
بے میم ہوئے عین خدا احمد مختار

قرآن ہے خورشید تو نجم اور صحیفے
اللہ گہر اور صدف احمد مختار

اسی طرح علامہ اقبال کی ایک نعت کا یہ مطلع: (۱۵)

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میم کو اٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

محسن کے بعد امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۲۱ء) نے اردو کی نعتیہ شاعری میں چار چاند لگادیئے۔ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی ۱۰ر شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ/ ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے اور ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء میں اسی شہر میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ بلاشبہ وہ اپنے دور کے ایک جید عالم دین، متبحر حکیم، عبقری فقیہہ، صاحب نظر صوفی، بے نظیر مفسر قرآن، عظیم محدث، سحر بیان خطیب، صاحب طرز قلم نگار، شاعر ادیب اور تصانیف کثیرہ کے مالک تھے۔

ان کے عہد تک اردو شاعری عاشقان مجازی کے پیچ وخم میں الجھی رہی اور محرمات شرعیہ کی ترغیب وتشویق اس کی انتہائے منزل تھی۔ امام احمد رضا کا احسان یہ ہے کہ ''شعر وشاعری کی اس مکدر فضاء کو خواجہ میر درد نے مصفی ومزکی کیا اور عشق ومحبت کے سچے جذبات سے اردو شاعری کو روشناس کیا اور یہ پیش گوئی فرمائی:

پھولے گا اس زبان میں گلزار معرفت
یاں میں زمین شعر میں یہ تخم بوگیا

مولانا احمد رضا خاں اس گلزار معرفت کے لئے نسیم سحری بن کر آئے اگر وہ نہ آتے تو گلشن پر بہانہ آتی۔

خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بہت کم کہا ہے لیکن جو

کچھ کہا ہے انتخاب کہا ہے مگر اس انتخاب کا تعلق زیادہ تر غزلیات سے ہے اور غزلیات میں انتخاب کا کہنا کچھ اتنا زیادہ مشکل نہیں جتنا نعتوں میں انتخاب کہنا۔ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بہت کم نعتیں کہیں مگر نعتیں ہی کہیں اور جتنی بھی کہیں انتخاب کہیں'' (۱۶)۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے میں امام احمد رضا بریلوی کی ادبی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت ہی اہم اور وسیع ہے۔ وہ مختلف اصناف ادب کے صاحب طرز اور صاحب اسلوب شاعر، ادیب، نثار و نقاد تھے۔ جب ہم ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو ادب سے متعلق متعدد کتابیں مختلف زبانوں میں مثلاً عربی، فارسی، اردو، ہندی، وغیرہ میں ایک منفرد اسلوب نگارش کے ساتھ نظر آتی ہیں، جو دوسرے ادیبوں کے ادبی سرمایہ پر فوقیت رکھتی ہیں۔ اگر حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو باقاعدہ ایک ضخیم اور مبسوط کتاب تیار ہوسکتی ہے اور ادب تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوسکتا ہے'' (۱۷-الف)

علامہ سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی فرماتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت نے شاعری کی سب سے مشکل صنف یعنی نعت کو مشق سخن کیلئے منتخب کیا۔ انگریزی ادب میں لارڈ ٹینیسن، فارسی میں سعدی شیرازی اور اردو میں جوش کے ذخیرۂ الفاظ کی بڑی دھوم ہے۔ ذرا حدائق بخشش کے اوراق الٹیے زبان و بیان کا ایک سمندر

ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں جس رنگ و آہنگ کو پیش کیا کے وہ دوسروں کے نصیب میں اس لئے نہیں کہ دوسرے یا تو معشوق کی زلفوں کے خم میں پھنسے رہ گئے یا غلو و مبالغہ کے دلدل میں۔ اعلیٰ حضرت نے جو کچھ لکھا قرآن مقدس اور حدیث حمید کی روشنی میں لکھا:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بیجا سے ہے المنتہ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے ، احکام شریعت ملحوظ"

(ب-۱۷)

امام احمد رضا کے تبحر علمی اور وسعت فکری کے سامنے شعر گوئی کوئی حیثیت نہیں رکھتی، لیکن آپ نے شاعری برائے شاعری نہیں کی بلکہ اپنے اظہار مسلک کا ذریعہ بنایا اور اپنے کلام بلاغت نظام سے اردو شاعری کے دامن میں صالح شعر و ادب کے وہ موتی بکھیرے جس کی مثال پوری دنیائے شاعری میں بہت کم ملے گی، ان کی نعت کا یہ مقطع تعلّی نہیں بلکہ حقیقت کا بیان ہے:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ھند میں واصف شاہ ھدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

حقیقت یہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی کی شاعری جس والہانہ کیفیت سے معمور ہے وہ سید عالم ﷺ کے ذات اقدس سے ان کے عشق صادق کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

ان کا کلام ''عشق رسول اور عظمت رسول ﷺ کے اظہار کے گلہائے رنگا رنگ سے معمور اور مزین ہے، اس میں ایسے بہت سے اشعار ہیں کہ عصر حاضر میں عام قاری کا ذہن اس کی بلندی تک نہیں پہنچتا''۔ (۱۸)

انہوں نے اپنا سب کچھ کھو کر بھی عشق کی آبرو کو سلامت رکھا اور عالم کیف و مستی میں جھوم جھوم کر یہ نعرہ مستانہ بلند کرتے رہے:

اے عشق ترے صدقے ، جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

معروف دانشور ادیب، محقق اور ماہر تعلیم ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے ''عشق رسول'' ﷺ کو امام احمد رضا کی شاعری کا جذبۂ حرکی قوت اور مرکزی نقطۂ قرار دیا ہے۔ اپنے ایک مضمومون میں وہ یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

''ان کے شعری مجموعے ''حدائق بخشش'' کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ذات عشق مصطفیٰ ﷺ سے عبارت تھی۔ آپ کی (نعتیہ) نظموں اور غزلوں کا ایک ایک حرف عشق رسول ﷺ ڈوبا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نعت گو شعراء میں کوئی شاعر علم و فضل ار زہد و تقویٰ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ہم پلّہ نہیں'' (۱۸ب)

آپ کے اردو و فارسی کلام کا مجموعہ ''حدائق بخشش'' کے نام سے موسوم ہے، اس کے دو حصہ شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ ان کے وصال کے بعد حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے ان کا جو کلام شائع ہوا ہے وہ دراصل ''باقیات رضا'' ہے جو رضا بریلوی قدس سرہ کی تصحیح اور نظر ثانی کے بغیر ان کے ایک تلمیذ التلمیذ مولانا محبوب علی خاں صاحب نے ۱۹۵۲ء میں شائع کیا۔ لیکن ان کے فارسی اور عربی کلام کا کوئی باقاعدہ مجموعہ شائع نہ

ہوسکا۔ البتہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ''ارمغان رضا'' کے نام سے آپ کی منتخب فارسی نعتوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جو ''المختار پبلی کیشنز کراچی'' نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا جس میں ۱۲ر منتخب نعتیں اور ایک مثنوی ہے، لیکن ابھی بہت سا فارسی کلام منتشر ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف ''ارمغان رضا'' کے ''ابتدائیہ'' میں تحریر کرتے ہیں:

''او در نعت ہائی عربی، فارسی، اردو ھندی شعر گوئی گفتہ، لا ریب کلام او امام کلام است، از بیساختگی درد و سوز مملو از تکلف و آورد خالی، دلہا رامی کشد و اشکہا رامی ریزد و از محاسن ظاہری و معنوی آراستہ و پیراستہ، انموذجی از نعت ہائی موصوف پیش کردہ می آید تا دلہائی عاشقاں را سرور ساز دو زندہ دارد۔

زحسنت تا بہار تازہ گل کرد
رضایت را غزل خواں آفریدند(۱۹)

آپ کا عربی کلام بھی اب تک منتشر رہا ہے لیکن حال ہی جامعہ ازہر قاہرہ، مصر کے محقق استاذ دکتور سید حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے رضا بریلوی کے عربی کلام کو بعنوان ''بساتین الغفران'' مرتب کیا جو ۱۹۹۷ء رضا اکیڈمی (لاہور) اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی) کے تعاون سے لاہور سے شائع ہوا، موصوف نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر ایک بسیط مقالہ بھی تحریر کیا جو عربی دیوان میں مقدمہ کے طور سے شامل ہے۔ ان کے علاوہ مولانا ممتاز احمد سدیدی ابن علامہ مولانا محمد عبدالحکیم مشرف قادری صاحب نے جامعہ ازہر سے ۱۹۹۹ء حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کی عربی شاعری پر ''الشیخ احمد رضا خاں البریلوی الھندی، شاعرأ عربیاً'' کے عنوان سے ام۔فل کا مقالہ سپرد قلم کیا۔ جو جلد کتابی صورت میں شائع ہونے والا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی حضرت رضا قدس سرہ کی عربی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''وہ علم کا ایک بحرز خار تھے، کہ جس جانب بھی ابل پڑتا سیراب کردیتا، ان کی دلچسپیاں متنوع اور ہمہ گیر تھیں ، اردو ، فارسی، عربی، ھندی پر دسترس تھی مگر عربی زبان سے ایک گونہ شغف تھا، ---ان کے ہاں شعری حکایت کا تصور نہیں ہے، جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ ان کے دل کی پکار ہوتا ہے۔ ان کا رجحان خود سپردگی اور جان دادگی کا غماز ہے۔ بے ساختہ پکار ان کی شاعری کا امتیازی وصف ہے اس لئے وہ پناہ طلبی کے لئے پکارتے ہیں:

رسول الله انت بعثت فینا   کریما رحمة حصناً حصینا
تخوفنی العدی کیداً متینا   اجرنی یاامان انی تغنینا(۲۰)

افسوس اور حیرت ہے کہ جناب ادیب رائے پوری صاحب نے اپنی تصنیف ''مشکوٰۃ النعت'' میں جو پہلی صدی ہجری سے لیکر دور جدید تک کہ عربی نعت گوشعراء کے تذکرے پر مشتمل ہے، امام احمد رضا کا ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ وہ امام احمد رضا کے بڑے مداح ہیں اور کتاب مذکور اور دیگر تصانیف میں انہوں نے رضا بریلوی کے نعتیہ اردو اشعار جا بجا نقل کئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اندازہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا اردو، فارسی اور عربی کلام جمع کیا جائے تو چار جلدیں مرتب ہوسکتی ہیں ، یہ ایک اہم اور صبر آزما کام ہے''(۲۱)

غرضیکہ امام احمد رضا علیہا لرحمۃ کا نعتیہ کلام جس کے مجموعہ کا نام انہوں نے

''حدائق بخشش'' رکھا واقعی اس میں بخشش کے ایسے باغات ہیں جس کے پھولوں سے علم و ادب، حقیقت و معرفت اور عشق حقیقی کی جانفزا مہک ہمارے ایمان وعقیدے کو تا صبح قیامت معطر کرتی رہے گی۔ ''حدائق بخشش'' کا ایک ایک شعر پڑھتے جائیے لفظ لفظ سے عشق ومحبت کا پھوٹتا ہوا ایک آبشار نظر آئے گا:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا　　نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا　　کروں کیا کروڑوں دہ جہاں نہیں

رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کا لطف وکیف کچھ وہ ہی لوگ جانتے ہیں جو حج کی سعادت کے حصول کے بعد زندگی میں پہلی بار زیارت روضۂ رسول ﷺ کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا بھی کعبہ دیکھو

''کعبہ کا بھی کعبہ'' کی اصطلاح اپنے اندر کتنی معنویت رکھتی اس کا کچھ اندازہ اہل علم وعرفان ہی لگا سکتے ہیں۔

نعتیہ شاعری میں باعتبار فن اور صنف غزل وسلام میں باعتبار ساخت اور ہیئت کے رضا بریلوی نے متعدد جدّت طرازیاں کی ہیں جن کو اگر ''اوّلیات رضا'' کہا جائے تو قطعاً بے جا نہ ہوگا۔ (۲۲)

اس ضمن میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے چار زبانوں یعنی عربی، فارسی، اردو ہندی بھاشا میں نعت کہی ہے۔ اس سے قبل تاریخ شعر گوئی میں دو زبانوں سے زیادہ شاید ہی کسی نے غزل کہی ہو۔ فارسی کے غزل گو شعراء میں حضرت مولانا جامی اور حافظ شیرازی ایسے نامور شعراء ملتے ہیں جنہوں نے دو زبانوں یعنی فارسی اور عربی کے امتزاج سے غزلیں اور نعتیں لکھی ہیں۔ یہ اعزاز حضرت امیر خسرو کو

حاصل ہے کہ انہوں نے فارسی، اردو اور ھندی، تین زبانوں میں اشعار کہے ہیں مثلاً یہ غزل جس کا پہلے شعر یوں ہے:

زحال مسکیں مکن تغافل درائے نیناں ، بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کا ہے ، لگائے چھتیاں

لیکن چار زبانوں میں نعت لکھنے کا شرف صرف امام احمد رضا کو ہی حاصل ہے۔ چنانچہ ان کی مشہور اور زبان زد عام نعت جس کا پہلا شعر ذیل میں درج کیا جاتا ہے اس دعوی پر شاھد عادل ہے:

لم یات نظیر ك فی نظرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھکو شہ دوسرا جانا

قطع نظر اس کے کہ یہ چاز بانوں یعنی عربی، فارسی، اردو اور ھندی میں کہی گئی ہے، اس میں کہیں بھی آورد نہیں ہے بلکہ آمد ہی آمد ہے۔ بحر مترنم ہے، انداز بیان میں وہی والہانہ کیف ہے۔ بندشیں اسی طرح چست ہیں اور مضمون آفرینی بحد کمال موجود ہے۔(۲۳)

امام احمد رضا کے کلام کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کو صرف عربی، فارسی اردو اور ھندی زبانوں پر ہی عبور نہیں حاصل تھا بلکہ وہ انگریزی زبان سے بھی خاصی واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے گستاخان رسول ﷺ کی ہجو میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں وہ بے تکلف انگریزی الفاظ وتراکیب استعمال کرتے ہیں۔

معروف مصنف و محقق اور اردو، فارسی وعربی زبان ولغات کے استاذ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر اپنے تاثرات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''ان کے ہاں آمد ہے، سوز وگداز ہے، شوکت الفاظ اور شکوہ بیان

ہے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصناف سخن میں سے محبوب کبریا
علیہ التحیہ والثناء کی نعت اور اولیائے کرام کی منقبت کو اپنایا اور اس
میدان کی نزاکتوں اور آداب کو اس طرح نبھایا کہ باید وشاید۔ اللہ
تبارک وتعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ پاک
وہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت وعقیدت سے
پڑھا اور سنا جاتا ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا
مطالعہ کر کے بیساختہ داد وتحسین پر مجبور ہو جاتے ہیں''۔ (۲۴)

جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہوا کہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری نے چمنستان اردو کو الفاظ اور زبان اور محاورات واستعارات کے خوبصورت پھولوں سے سجایا ہے۔ ان کے مجموعہ کلام میں محاورات کا استعمال بڑی تعداد میں ملتا ہے وہ ان محاوروں کا استعمال اس قدر فن کارانہ چابکدستی کے ساتھ کرتے ہیں کہ سامع اور قاری پھڑک اٹھتا ہے اور بے اختیار اس کی زبان سے سبحان اللہ نکلتا ہے۔ بعض جگہ وہ محاوروں کو اس قدر برمحل اور استادانہ قادر الکلامی کے ساتھ لائے ہیں کہ محاورہ بھی اپنے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے اور اس کی لفظیات کے حقیقی معنیٰ بھی مراد ہو رہے ہیں۔ اردو زبان ولغت کے معرف محقق ڈاکٹر صابر سنبھلی فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی نے ''حدائق بخشش'' میں جتنے بھی محاورے اور ضرب الامثال استعمال کئے ہیں ان میں غور طلب بات یہ ہے کہ کہیں بھی کوئی محاورہ برائے محاورہ نظم نہیں ہوا ہے، سبھی محاورے شعر کی زبان کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی قدرت زبان پر دال ہے'' (۲۵)

مثلاً چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) محاورات

ہوا بگڑنا: (زمانہ کا ناموافق ہونا، اعتبار اٹھ جانا وغیرہ)

خدارا ناخدا آدے سہارا ہوا بگڑی بھنور حائل ہے یا غوث

ہوا بتانا: (بہلاوا دینا)

نام مدینہ لے لیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

نظروں پہ چڑھنا: (خوبصورتی کے باعث نظر کو بھانا، عزت ووقار دینا)

تیرے قدموں میں جو ہیں ، غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

نمک چھڑکنا: (ستانا جلانا)

دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

(۲) ضرب الامثال:

جان ہے تو جہاں ہے: (زندگی ہے تو سب کچھ ہے)

وہ جو نہ تھے کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

چشم بددور: (خدا نظر بد اور حسد سے بچائے)

یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ
چشم بددور ہو، کیا شان ہے ، رتبہ کیا ہے

منہ چاہیے: (ہمت وحوصلے کا ہونا)

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے   دینے والا ہے سچا ہمارا نبی (۲۶)

یہ موضوع خود ایک علیحدہ مقالہ کا مقتضی ہے۔ جناب ڈاکٹر صابر سنبھلی نے حدائق بخشش اول و دوم سے تقریباً ڈیڑھ سو منتخب محاورات اور ضرب الامثال کو اپنے مقالہ ''حدائق بخشش میں محاوروں کا استعمال'' میں جمع کیا ہے جبکہ حدائق بخشش حصہ سوم، اور امام احمد رضا کے دیگر متفرق اردو، فارسی اور عربی کلام کا معتدبہ حصہ ابھی باقی ہے۔ پھر امام صاحب کے نثری شہہ پارے علیحدہ ہیں۔ کوئی فاضل محقق اگر متوجہ ہوں تو اردو محاورات اور ضرب الامثال کی ایک ضخیم ٹکسٹ بک تیار ہو سکتی ہے جو اردو لغت و ادب کے طالب علم کے لئے ایک ریفرنیس بک کی حیثیت سے کم نہیں ہوگی۔

امام احمد رضا کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ لیتے ہوئے حضرت علامہ شمس بریلوی مرحوم مغفور نے ان کی شاعری کی خصوصیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس کے واضح مثالیں پیش کی ہیں مثلاً:

۱- ان کی تبحر علمی کا اثر ان کی شاعری پر۔

۲- زبان کی لطافت و پاکیزگی۔

۳- طرز ادا کی رنگینی و ندرت بیان۔

۴- مضمون آفرینی، فصاحت و بلاغت۔

۵- شکوہ الفاظ اور بندشوں کی چستی۔

۶- تشبیہ واستعارات کا برملا استعمال۔

۷- کنائے اور مجاز مرسل کے قرینے۔

۸- صنعت لفظی و معنوی کا خوبصورت اور فنکارانہ انداز میں استعمال۔

۹- نعتیہ شاعری میں ان کی انفرادیت اور اوّلیات وغیرہ وغیرہ۔ (۲۷)

اعلیٰحضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کو دیگر علوم وفنون کی طرح علم عروض اور صنائع بدائع پر بھی استاذانہ مہارت حاصل تھی بلکہ ان فنون پر ان کی تحقیقی تصنیفات کا بھی ذکر ملتا ہے۔(۲۸)

صنائع بدائع کے بارے میں قول مشہور ہے کہ ''شاعری اور علم بیان بدیع کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور شاعری کی تخلیق کے لئے بہترین کسوٹی''۔انہیں لوازمات پر شاعری کی تخلیق کو اہل نقد ونظر پرکھتے ہیں اور اس کے بعد اس کے محاسن ومعائب کی نشاندھی کرتے ہیں کہ شاعر فن شاعری اور علوم شاعری پر کس قدر مہارت ودستگاہ رکھتا ہے، علم عروض پر اس کی گرفت کتنی مضبوط ہے، حروف ردی، تشبیہ استعارہ کنایہ اور مجاز مرسل (وغیرہ) سے کلام کس حد تک مرصع ہے (۲۹)۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے صرف تین مثالیں پیش کرتا ہوں جس سے اس فن پر امام احمد رضا کی دستگاہ کا اندازہ ہوتا ہے:

(۱) فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
(صنعت تضاد)

(۲) وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
(کنایہ واستعارہ)

(۳) حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب
(صنعت تلمیح)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعت گوئی محض رسمی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی تفسیر وترجمان ہے۔ اکثر مقامات پر آپ نے قرآن وحدیث کے حوالے اشارۃً دیئے

ہیں بعض جگہوں پر بعینہ قرآن و حدیث کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور یہ ''صنعت اقتباس'' کی ایک عمدہ مثال کہی جاسکتی ہے:

(۱) مَنْ زَارَ تُربَتِی وَجَبَتْ لَهُ شِفَاعَتِی
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے (حدیث)

(۲) وَرَ فَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ، ذکر ہے اونچا تیرا
(قرآنی آیت کریمہ)

جہاں تک فن عروض وقوافی پر امام احمد رضا کی گرفت اور مہارت کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں ہندوستان کے مشہور اور معروف ادیب، شاعر اور نقاد محترم ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب کا یہ تبصرہ بڑا جامع ہے:

''کوئی بیس برس پہلے میں نے صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کا ایک مضمون پڑھا تھا جس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اعلیٰ حضرت کو دیگر علوم وفنون کے علاوہ عروض وقوافی میں بھی مہارت کلی حاصل تھی، چنانچہ میں نے ''حدائق بخشش'' کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور بہت سے نکات فن کا علم مجھے حدائق کے اشعار کی بدولت ہوا۔ مولانا ارشد القادری صاحب نے ایک ملاقات میں مجھ سے کہا کہ حیرت ہے اعلیٰ حضرت کو شعر کہنے کا موقع کیسے مل جاتا تھا، میں نے کہا شعر تو چلتے پھرتے بھی کہہ لیا جاتا ہے حیرت تو یہ ہے کہ عروض وقافیہ جیسے خشک فن کے اصول وفرع پر حضرت امام کی اتنی گہری نظر تھی کہ ایک مصرعہ بھی اپنے قانونی دائرے سے باہر نہیں ہے'' (۳۰)

ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب حضرت رضا بریلوی کی ایک نعت جس کا مطلع یہ ہے:

سونا جنگل رات اندھیری ، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

کا عروضی تجزیہ پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہ نعت بحر متقارب اثرم مقبوض محذوف میں ہے۔ یہ وہ بحر ہے جس میں بڑے بڑے فنکار غوطہ کھا چکے ہیں، یاس، یگانہ چنگیزی اور ابرار حسنی بھی اس طوفان سے بچ نہیں سکے۔ پہلے ہم متعلقہ بحر و وزن کی قدرے تفصیل اور استخراج اوزان کے طریقے تحریر کرتے ہیں تاکہ قارئین کو اس بحر کی گہرائی کا بھی اندازہ ہو اور پہنائی کا بھی، میں سمجھتا ہوں کہ اگر امام صاحب کی ان رباعیات سے جن میں رباعی گوئی کے فن کی حدِ آخر پر مہر لگادی گئی ہے غض بصر بھی کرلیا جائے تو تنہا یہ نعت حضرت امام کی مہارت فن کے لئے ثبوت بیّن ہے''(۳۱)

مثالاً صنعت تلمیح سے دو شعر پیش کرتا ہوں، پہلا شعر ایسا ہے جیسے عام آدمی بھی بشرطیکہ وہ استعداد ہو سمجھ سکتا ہے اور دوسرا شعر ایسا ہے کہ بقول علامہ شمس بریلوی مرحوم ''جن کی تصریح و تشریح کے لئے مذہبی دیدہ وری کی ضرورت ہے۔ یہ تلمیحات عام طور پر دوسرے نعتیہ کلاموں میں موجود نہیں''(۳۲)

(۱) تیری مرضی پاگیا ، سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

(۲) شش جہت سمت مقابل ، شب و روز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

حضرت رضا بریلوی نے نعت رسول مقبول ﷺ اور منقبت صحابہ اولیاء کو اپنا موضوع سخن بنایا اور ہر صنف سخن مثلاً غزل ، قصیدہ ، رباعی مثنوی وغیرہ میں طبع آزمائی کی۔ یوں تو ان کا ہر شعر حسن صوروی و معونی کا مظہر ہے ، لیکن قصائد میں انہوں نے فن شاعری کی جس کمال اور استاذانہ مہارت کا مظاہرہ کیا ہے وہ اردو کے غزل گو اساتذہ کلام کو بھی میسر نہیں۔

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش (اول ، دوم اور سوم) میں بارہ قصائد ہیں جن میں ایک حصہ اول میں ، تین حصہ دوم میں اور آٹھ حصہ سوم میں ہیں۔ البتہ حصہ سوم میں دو قصائد نامکمل ہیں۔ (۳۳) ان میں مشہور معروف قصائد درج ذیل ہیں:

(۱) قصیدۂ نوریہ (۲) قصیدۂ درودیہ (۳) قصیدۂ سلامیہ (۴) قصیدۂ معراجیہ

لیکن ان سب میں فنی اعتبار سے سب سے زیادہ حیرت انگیز حدائق بخشش حصہ سوم کا تقریباً ۱۵۰/ اشعار کا وہ نعتیہ قصیدہ ہے جس میں علم ہیئت اور نجوم کی اصطلاحات بطور صنعت استعمال کی گئی ہیں اور یہ قصیدہ بقول نظیر لدھیانوی ''اردو ادب میں بے نظیر ہے'' (۳۴) علامہ شمس بریلوی مرحوم نے اس کے تقریباً (۸۰) اشعار کی تشریح کی ہے جو ''معارف رضا'' کراچی شمارہ چہارم (۱۹۸۴ء) شمارہ ہفتم (۱۹۸۷ء) اور شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء میں قسط وار شائع ہوا ہے۔ حضرت علامہ شمس بریلوی قصیدے کے ۵۱ رویں شعر:

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبل جان نغمہ زن

کی شرح کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''اس شعر کے بعد حضرت رضا نے نے مدحت حاضر یعنی نعت سرور کونین ﷺ میں (۸۸) اشعار کہے ہیں اور علم ہیئت کی اصطلاح کے بیان کا جو التزام مطلع میں رکھا ہے وہ آخر تک ترک نہیں فرمایا۔ نعت میں اس التزام کے ساتھ قصیدہ پیش کرنا حقیقت میں فکر رضا کا کمال ہے کہ ہر قدم پر قدغن ہے۔ شریعت کے حدود سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا اس لئے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ بدر چاچی (۳۵) کا مدحیہ قصیدہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصیدے کے سامنے ہیچ ہے۔ بدر چاچی کے قصیدوں میں صرف تشبیب تک علم ہیئت کا التزام ہے۔ مدح حاضر میں وہ اس کو ترک کر دیتا ہے جبکہ حضرت رضا نے آخیر تک اس التزام کو قائم رکھا ہے'' (۳۶)

امام احمد رضا بریلوی کے جتنے بھی قصائد (عربی، اردو، فارسی) ہیں وہ یا تو سید عالم ﷺ یا صحابۂ کرام و اہل بیت اطہار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور یا اولیاء صالحین (رحمہم اللہ) کی مدح میں کہے گئے ہیں اس لئے کہ حضرت رضا ان کے علاوہ کسی دنیوی تاجدار سلطنت، راجہ یا امراء وقت کی مدح سرائی روا نہیں رکھتے تھے یہ ان کے مزاج اور ضمیر کے خلاف تھا۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ جب نواب نانپارہ نے آپ سے اپنی شان میں قصیدہ لکھنے کی فہمائش کی اور اس کے عوض آپ کے دارالعلوم منظر اسلام کی خدمت کا وعدہ بھی کیا۔ تو آپ نے ایک خوبصورت نعت شریف لکھ کر ان کو بھجوا دی جس کا مطلع یہ ہے:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

مقطع میں بڑی خوبصورتی سے اپنے مسلک کا اظہار بھی کیا ہے اور نواب صاحب نانپارہ کی

وساطت سے تمام اہل دول وامراء سلطنت کو یہ پیغام بھی دیا ہے کہ جن کی زبانیں ہمہ وقت اپنے کریم آقا و مولیٰ، سیدنا محمد رسول ﷺ کے ذکر میں مشغول ہوں وہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے اہل ثروت وسلطنت کو خاطر میں نہیں لاتے ان کو ان فضول کاموں کی فرصت ہی نہیں اور نہ وہ کسی کے خوف سے یا درھم و دینار کی لالچ میں اپنے اشعار کا سودا کرتے ہیں۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرادین پارۂ نان نہیں

ملاحظہ ہو اس شعر میں ''نان پارہ'' کا لفظ کو الٹ کر ''پارۂ نان'' استعمال کیا گیا ہے جس سے شعر کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔ اسی عقیدہ کا اظہار انہوں نے اپنے ایک اور قصیدے (حدائق بخشش حصہ سوم) میں بھی کیا ہے:

مدح حسیناں نہ کہہ، وصف امیراں نہ کر
خَلق انہی کی حسیں ، خُلق انہی کا حسن

گذشتہ سطور میں جن چار قصائد کا ذکر کیا گیا ہے ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان قصائد کے ذریعہ رضا بریلوی نے پہلی بار نعتیہ اردو ادب میں تشبیب کے مضامین میں وہ وسعت و معنویت پیدا کی ہے جس کی اس سے قبل کے نعتیہ لٹریچر (اردو، فارسی، عربی) میں بہت مشکل سے نظیر ملے گی بلکہ بعض جہتوں سے آپ نے تشبیہ استعارہ، کنایہ، تشبیب، ردی وقوافی کا نئے انداز سے جو اہتمام و استعمال کیا ہے وہ آپ کی اپنی ایجادات اور اولیات ہیں۔

علامہ شمس بریلوی ''قصیدۂ سلامیہ'' کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''حضرت رضا بریلوی قدس سرہٗ کا وہ سلام محبت آگیں جس کا مطلع:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

ہے ہر اس مسلمان کے دل کی آرزو ہے جس کا دل محبت سرکار دو عالم ﷺ سے معمور ہے اس سلام میں عجیب والہانہ جذبات اور وارفتگی کا عالم نظر آتا ہے۔ ان اشعار میں سراپائے قدس سے جو پارہ ہائے نور یعنی اعضائے پاک، خامۂ رضا نے منتخب کئے ہیں ان کی کما حقہ تعریف نظم تو نظم نثر میں بھی دشوار ہے۔ یہ مکمل سلام ایک سو ستر اشعار پر مشتمل ہے''(۳۷)

دراصل امام احمد رضا کا یہ قصیدۂ سلامیہ ان کے عشق رسول ﷺ کا مظہر ہے مولانا کوثر نیازی اس سلام کے متعلق لکھتے ہیں:

''اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں اور تمام زبانوں کا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے اور بالاستیعاب دیکھا ہے۔ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام:

''مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام''

ایک طرف۔ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا، میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدۂ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا، جو زبان و بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جواہر اور رموز، انداز و اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہہ پارے میں نہیں مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں''(۳۸)

پروفیسر ڈاکٹر نجیب الدین جمال صاحب ''سلام رضا'' کی خصوصیت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''ڈیڑھ سو سے زائد اشعار پر مبنی یہ نعتیہ سلام ایسا ہے جو ایک طرف تو فنِ شعر کے کسی بھی معیار پر پورا اترتا ہے اور دوسری جانب اس میں جذب و کیف کا ایک ایسا عالم ہے کہ لوگ اسے پڑھتے ہیں اور سر دھنتے ہیں۔ یہ سلام نسل در نسل سینہ در سینہ منتقل ہو رہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کے مقبولیت اور اثر پذیری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہر طبقہ کے لوگ جب اسے سنتے ہیں تو ایک عالم وجد میں اسے خود بھی گنگنانے لگتے ہیں اور یوں عشق و یقین کے اجتماعی لہجے کی گونج پیدا ہوتی ہے، اس نعتیہ سلام کے ساتھ اگر قصیدۂ نوریہ اور قصیدۂ معراجیہ بھی پڑھا جائے تو مولانا احمد رضا کے رواں دواں اسلوب اور ذوق سنجی کے بارے میں کسی اور تاویل کی ضرورت نہیں رہتی۔'' (۳۸) (ب)

ڈاکٹر سراج احمد بستوی قصیدۂ سلامیہ، قصیدۂ درودیہ اور قصیدۂ نوریہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

''ان تینوں قصائد کے تشبیب مکمل طور پر نعتیہ ہے اور ان تینوں کی تشبیب میں حضور رحمت عالم ﷺ کے ان اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے جو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے مابین امتیاز کی لکیر قائم کرتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے قصائد کی تشابیب میں اس طرح کے اوصاف کا اضافہ کر کے نئی نئی جہتوں اور سمتوں کی نشاندھی کی جس سے ان کی جولانی فکر اور تنوع طبع کا اندازہ ہوتا ہے'' (۳۹)

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا قصیدۂ درودیہ، جس کا مطلع ہے:

کعبے کا بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

بھی ان کے تبحر علمی، قادر الکلامی اور سب سے بڑھ کر فیض عشق مصطفیٰ ﷺ کا مظہر ہے کہ جس نے جناب رضا کے سامنے مضامین والفاظ کے انبار لگا دیئے۔ (انسٹھ) ساٹھ اشعار پر مشتمل اس ذو قافتین قصیدہ میں حروف ہجا کا خاص التزام رکھا گیا ہے۔ عشقیہ شاعری میں شعراء نے ذو قافتین غزلیں تو کہی ہیں لیکن حروف ہجا کا التزام کہیں نظر نہیں آتا۔ نعتیہ شاعری میں تو امام احمد رضا سے قبل اس کی کوئی مثال کہیں بھی نہیں ملتی۔ علامہ شمس بریلوی مرحوم مغفور نے اس کو بھی اوّلیات رضا میں شمار کیا ہے۔ (۴۰)

اس قصیدۂ مبارکہ سے صرف تین اشعار ملاحظہ فرمائیں اور امام احمد رضا کی جدت طرازی اور تخیل پرواز کی داد دیجئے۔

(۱) دل کرو ٹھنڈا مرا، وہ کف پا چاند سا (الف)
سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

(۲) ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب (ب)
نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درد

(۳) تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروڑوں سلام (م)
تم پہ کروں ثنا تم پہ کروڑوں درد

انسٹھ اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ از ''الف'' تا ''ی'' کی قید کے ساتھ ذو قافتین ہے۔ اس لزوم مالا یلزم کے باوجود ایک دریائے محبت موجزن ہے اور فیضان محبت کی پر کیف بارش برابر جاری ہے۔ بے تکلف، تصنع سے اور آورد سے آزاد ہو کر شعر پر شعر پڑھئے اور درود پر درود بھیجتے چلے جایئے۔

امام احمد رضا کا قصیدۂ معراجیہ بھی نعتیہ ادب کا ایک شاہکار ہے۔ تغزل کے میدان میں محاکات کی بڑی وسعت ہے۔ اردو و فارسی کے غزل گو شعراء کے یہاں

محاکات کے بڑے پر لطف اور دلکش و دلنشین انداز ملتے ہیں لیکن میدان نعت میں محاکات ایک مشکل ترین مرحلہ ہے یہی وجہ ہے کہ نعت گو شعراء کے کلام میں یہ خصوصیت بقید آداب تقریباً مفقود ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ کلام میں بالعموم اور قصیدۂ معراجیہ (قصیدۂ در تہنیت شادی اسریٰ) میں بالخصوص محاکات کی مثالیں آپ کو کثرت سے ملیں گی۔ قصیدۂ معراجیہ سے تین اشعار پیش کیئے جاتے ہیں۔ ذرا عالم قرب کی محاکات ملاحظہ ہوں! کیا اچھوتا انداز اور کیا بلیغ کنائے ہیں!

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموّج بحر ھو سے ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کو لیکر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

آخری مصرعہ میں جس کمال قرب کا اظہار فرمایا ہے اور جس دقیق ترین مسئلہ کو چند لفظوں میں مکمل فرمایا ہے اہل علم ونظر کی نگاہ میں وہ داد سے مستغنی ہے۔

ایک معروف محقق، ادیب اور شاعر پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بنارسی اپنے ایک تحقیقی مقالے میں حضرت رضا بریلوی قدس سرۃ کے قصیدۂ معراجیہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پیش نظر معراج نامہ قصیدے کے انداز میں ہے جس میں ۶۷ر اشعار ہیں اس کی تکنیک ماقبل کے سارے معراج ناموں سے

بالکل مختلف ہے جن کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں معراج کی روایات کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ شب معراج کا تہنیت نامہ ہے جس میں بہجت آگیں افکار کی نغمگی کا بہاؤ پورے قصیدے کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ اس کی زبان نہایت سادہ شستہ اور بامحاورہ ہے۔ روزمرہ کا برمحل اور مناسب صرف قریب قریب ہر شعر میں نظر آتا ہے۔ زبان کی سلاست یہاں تک ملحوظ رکھی گئی ہے کہ آیۂ کریمہ یا احادیث کی تلمیحات تک سے امکانی طور پر کلام کو بچانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ معراج کے ذکر میں ایسا کرنا بہت دشوار۔''

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

''اس تہنیت نامے میں سرور و نشاط کی کیفیت نے ایک متحرک بہاریہ فضا پیدا کردی ہے، جس کی عکاسی امام رضا نے نہایت وارفتہ اور پرکیف انداز میں کی ہے۔ ان کے لہجے کی گھلاوٹ، کیف و مستی کے تصوراتی منظر کو ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم کردیتی ہے اور ہم اس کی سرمستیوں کے بہاؤ میں بہنے لگتے ہیں'' (۴۱)

اب ذرا ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا تبصرہ اسی قصیدۂ معراجیہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

''اردو قصیدوں میں ان کا ''قصیدۂ معراجیہ'' ان کی شاعری کا کمال بھی ہے اور شباب بھی۔ اس کی نظیر پوری اردو شاعری میں نہیں، جو پڑھتا ہے پھڑک اٹھتا ہے، جو سنتا ہے، سر دھنتا ہے۔ اگر رضا بریلوی یہی ایک قصیدہ لے کر میدان شاعری میں اترتے تو سب شاعروں پر گوئے سبقت لے جاتے۔ ایسا مرصع قصیدہ راقم نے اپنی چالیس

سالہ ادبی زندگی میں نہ سنا اور نہ دیکھا''۔(۴۲)

اس سلسلے میں پاکستان کے معروف شاعر و ادیب اور مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد) کے صدر نشین جناب افتخار عارف صاحب کا امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ایک جامع تبصرہ تاریخ نعت گوئی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے یقیناً افادے کا باعث ہوگا، وہ تحریر فرتے ہیں:

''قصیدہ سلامیہ قصیدۂ نوریہ، قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ دردویہ، جس طرح کی فضا بتانی ہوتی ہے پھر ساری آئینہ بندی اسی نوعیت کی۔ آہنگ، بحر، زبان، لہجے، بندشیں، ترکیبیں، موسیقی سب عناصر باہم پیوست نظر آتے ہیں۔ صناعی تمام و کمال، مگر حسن کے ساتھ، مصرعے صاف، جذبے خالص، بیان واضح۔ محبت رسول ﷺ کی شدت و وارفتگی نے نعت کو اعجاز سخن کی منزلوں سے ملا دیا ہے۔ کہیں سے بھی حدائق بخشش کھول لیجئے پڑھتے چلے جایئے ار پاک ہوتے جایئے۔

صنائع بدائع تواتر کے ساتھ تجنیس، ایہام، تناسب، تضاد وطباق، مراۃ النظیر، حسن تلمیح، تعلیل سب ہے مگر کرتب بازی کی طرح نہیں، حضوری کے معجزوں کے ساتھ''(۴۲ب)

الغرض جس طرح حضرت رضا بریلوی نعت گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے، قصیدہ گوئی میں بھی ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ بقول شیخ الحدیث والتفسیر علامہ نصر اللہ خاں الافغانی، سابق چیف جیورسٹ، سپریم کورٹ، افغانستان:

''حدائق بخشش کا ہر شعر اسرار معانی اور مفاہیم و مطالب کا ایک بحر ذخار ہے کہ ہر شعر پر بیس، بیس مقالات لکھے جاسکتے ہیں''(۴۳)

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی، شیخ الحدیث التفسیر جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور نے حدائق بخشش کی شرح لکھی ہے جس کی اب تک ۱۳ر جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کی تقریباً ۱۰ر مزید جلدیں ابھی زیور طباعت سے آراستہ ہونی ہیں۔ اس میں صرف ''حدائق بخشش'' حصہ اول اور دوم کے اشعار شامل ہیں۔ علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب مہتمم جامعہ الاسلامیہ (لاہور) نے قصیدۂ سلامیہ کی شرح لکھی ہے جو ۵۶۵ر صفحات پر مشتمل ہے اور ان ہی کے ادارے مرکز تحقیقات اسلامیہ سے ۱۹۹۳ء شائع ہو چکی ہے۔ کاش کہ کوئی صاحب نظر محقق قصیدۂ درودیہ، قصیدۂ نوریہ اور قصیدۂ معراجیہ کی شرح بھی لکھتا۔ یہ قصائد اردو ادب کے ایسے شاہ کار ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو پی۔ایچ۔ڈی۔ کے مقالہ کا عنوان بنایا جا سکتا ہے۔

امام احمد رضا کا کلام حیات آفریں، اور آپ کی فکر حیرت افزا ہے۔ نصف صدی تک یہ کوشش کی جاتی رہی کہ امام احمد رضا کا تذکرہ اردو ادب میں نہ آئے مگر ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' کے مصداق امام احمد رضا کے ذوق عشق سے معمور نغمے جیسے جیسے لوگوں کی سماعت تک پہنچتے رہے، رضا بریلوی کا مقام بحیثیت شاعر دربار رسالت بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا۔ وہ فن شاعری میں بے مثال تھے۔ وہ استاذ الاساتذہ تھے، ان کا کوئی استاذ نہ تھا، وہ تلمیذ الرحمٰن تھے۔ انہوں نے اردو شاعری کا قبلہ درست کیا اور غزل کو وہ رفعت بخشی کہ اسے نعت بنا دیا۔ امام احمد رضا نے اردو شعر و ادب کو نعت گوئی کا ایک مزاج دیا۔ گذشتہ پچاس سال میں نعت گوئی اور نعت خوانی کو جو فروغ ملا ہے اس میں امام صاحب کی نعت گوئی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آج عوام الناس، خواص اور اردو کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں میں ''نعت فہمی'' و ''نعت گوئی'' اور نعت خوانی کا جو شعور بیدار ہوا ہے، یہ سب ''گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں'' کا فیضان ہے۔ آج کے دور میں اردو ادب کی تاریخ نعت گوئی کا کوئی تذکرہ ''کلام رضا بریلوی'' کے ذکر کے بغیر

بے سند سمجھا جاتا ہے۔ اس پس منظر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا، رضا بریلوی کی نعت گوئی کا اردو شعر وادب پر اثر، کے حوالے، سے یہ تبصرہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، ملاحظہ کیجئے:

''رضا بریلوی کی نعت گوئی ایک تحریک بن گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعت گو شعراء کا ایک قافلہ رواں دواں نظر آنے لگا، شعری مجموعوں کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ یہ اس نعرۂ مستانہ کا جواب ہے جو انیسویں صدی عیسویں کی تاریک فضاؤں میں رضا بریلوی نے لگایا تھا، ڈاکٹر اقبال اسی آواز کی آواز بازگشت ہیں۔ آج عالم اسلام کو پیغام رضا کی ضرورت ہے'' (۴۴)

نعت کی تاریخ پر رضا بریلوی کی نعت گوئی کے اثرات سے متعلق پروفیسر ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی صاحب کا بھی یہ تبصرہ بڑا فکر انگیز ہے:

''یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ اردو نعت کی تاریخ مین عصر حاضر کے نعت گوئیوں پر سب سے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ انہوں نے اپنے شغف نعت اور اجتہادی صلاحیت سے نعت کی ترویج وارتقا میں عہد ساز کام کیا۔ اپنے وسیع طالعہ کو بھرپور انداز میں فن نعت میں سمویا۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن و حدیث، منطق وریاضی، ہیئت ونجوم، ہندسۂ و مابعد الطبیعات اور مختلف علمی وفنی اصطلاحات وحوالہ جات کو نہایت نفاست اور تخلیقی انداز سے اپنی نعت گوئی کا جزو بنایا۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے اظہار میں مختلف علوم وفنون کے بیان سے نہ صرف اپنی نعت گوئی کو دقیع بنایا ہے بلکہ اردو نعت کے علمی وفکری دائرے کو بھی وسعت دی ہے'' (۴۴-ب)

میں اپنے اس مقالے کو پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری، دعوۃ اکیڈمی، انٹرنیشنل

اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں: (۴۵)

''دنیا کے گوشے گوشے میں جہاں بھی کوئی اپنے آقا ﷺ کو یاد کرتا ہے اور ان کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام نچھاور کرتا ہے، احمد رضا کے لہجے سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ احمد رضا نے اپنے آقا ﷺ کے حضور کچھ ایسے جذبوں کا نذرانہ پیش کیا ہے کہ آج بحر و دشت و جبل میں ہر سو اسی کی گونج سنائی دے رہی ہے:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ھدایت پہ لاکھوں سلام

مجھے یقین ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا یہ سلام کچھ اس شان سے مقبول ہوا کہ اسے محبت رسول کا عالمگیر تحفہ بنا دیا گیا ہے۔ اب جو بھی چاہتا ہے کہ اسے بارگاہ رسول ﷺ میں پذیرائی ملے وہ اپنی دھڑکنوں میں احمد رضا کے جذبے سمو لیتا ہے اور اپنی زبان پر احمد رضا کے شعر سجا لیتا ہے:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کے رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ھند میں واصف شاہ ھدی، مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

سید وجاہت رسول قادری

(صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان)

حوالے جات

(۱) الاعراف:۷-۱۷۲۔

(۲) آل عمران ۳-۸۱۔

(۳) انجیل یوحنا، باب ۱۶/آیت ۱۳۔

(۴) الاخلاص:۱۱۲-۱۔

(۵) الانشراح:۹۴-۴۔

(۶) الاحزاب ۳۳-۵۶۔

(۷) رواہ البیہقی فی دلائل بسند صالح کما افادہ حافظ الشان العسقلانی والدیلمی فی مسند الفردوس کلاھما عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحوالہ امام احمد رضا، الامن والعلیٰ ص ۷۰ تا ۷۱ مطبوعہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور۔

(۸) (الف) ادیب رائے پوری سید حسین علی، ''مشکوۃ نعت'' مطبوعہ پاکستان نعت اکیڈمی کراچی ص ۳۱۴/تا ۵۲۵۔

(ب) ''عربی میں نعتیہ شاعری'' کے مطالعہ کے لئے درج ذیل کتب بھی مفید ہیں:

(۱) المدائح النبی فی الادب العربی، ڈاکٹر ذکی مبارک مصری

(۲) المجموعۃ النبھانیہ فی المدائح النبویہ، علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبھانی

(۳) عربی میں نعتیہ کلام، ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی۔

(۹) علامہ فضل احمد عارف، برکات بردہ، نذیر سنز پبلشرز، لاہور ص ۱۲۔

(۱۰) آئینۂ رضویات حصہ اول، مرتبہ: وجاہت رسول قادری/ پروفیسر مجید اللہ قادری، ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (پاکستان) کراچی ص ۲۰۶۔

(۱۱) ''اردو کی نعتیہ شاعری'' ڈاکٹر فرماں فتحپوری، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۵۵۔

(۱۲) ایضاً ص ۵۶۔

(۱۳) شعرالھند حصہ ۲، مولانا عبدالسلام ندوی ص ۲۰۰ بحوالہ ''امام احمد رضا خاں کا قصیدہ معراجیہ'' پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بنارسی مطبوعہ بزم اہل سنت کراچی ص ۲۷۔

(۱۴) امام احمد رضا کا قصیدۂ معراجیہ، پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بنارسی، ''بزم اہل سنت کراچی'' ص ۲۸

(۱۵) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سراج احمد بستوی، کانپور یونیورسٹی کانپور (مطبوعہ دہلی ۱۹۹۷ء) ص ۱۶۱۔

(۱۶) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، تقدیم ''مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعتیہ شاعری'' مصنفہ ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالاباغ۔

(۱۷) (الف) ڈاکٹر سراج احمد بستوی ''مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری'' کانپور یونیورسٹی کانپور، مطبوعہ دہلی ص ۱۴۲

(ب) تقریظ ''عرفان رضا در مدح مصطفیٰ ﷺ'' مصنفہ علامہ عبدالستار ہمدانی، ناشر رضا دارالمطالعہ پوکھریرا سیتامڑھی، بہار (ھند) ص ۱۲۔

(۱۸) علامہ شمس بریلوی ''کلام رضا قدس سرہ کا تحقیقی و ادبی جائزہ (مع حدائق بخشش) مدینہ پبلیشنگ، کراچی جولائی ۱۹۷۶ء، ص ۲۸۔

(۱۸ب) جمیل جالبی ڈاکٹر: ''امام احمد رضا - ایک عاشق رسول'' مشمول سالنامہ ''معارف رضا'' ۱۹۸۴ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی ص ۴۷۔

(۱۹) ''ارمغان رضا'' المختار پبلی کیشنز، کراچی ص ۳۔

(۲۰) پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، برصغیر کی عربی نعتیہ شاعری - ایک جائزہ، بحوالہ اوج نعت نمبر گورنمنٹ کالج شاھدرہ، لاہور، ج ۲، ص ۲۶۹۔

(۲۱) عبدالستار طار، (مرتب)، آئینہ رضویات حصہ سوم، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی (۱۹۹۷ء) ص ۱۷۰۔

(۲۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ''کلام رضا بریلوی قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ'' (مع حدائق بخشش کامل) مصنفہ علامہ شمس بریلوی، مدینہ پبلیشنگ، کراچی ص ۲۲۶ر تا ۳۱۱۔

(۲۳) ایضاً۔

(۲۴) تقدیم، ''شرح سلام رضا'' مصنفہ مفتی محمد خاں قادری، مطبوعہ مرکزی تحقیقات اسلامیہ لاہور، ص ۳۷۔

(۲۵) ڈاکٹر صابر سنبھلی، حدائق بخشش میں محاوروں کا استعمال'' بحوالہ ''مجلہ پیغام رضا'' سیتامڑھی (بہار) ۱۹۹۷ء۔

(۲۶) مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مذکورہ بالا مقالہ۔

(۲۷) علامہ شمس الحسن بریلوی، کلام حصرت رضا قدس سرۃ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ معہ حدائق بخشش (کامل) مدینہ پبلیشنگ کراچی ص ۱۴۔

(۲۸) ڈاکٹر سراج احمد بستوی ''مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ایک تحقیقی مطالعہ'' کانپور یونیورسٹی، مطبوعہ دہلی ص ۲۴۸۔

(۲۹) کلام رضا میں علوم بیان و بدیع کی حسین اور دلکش جھلکیاں دیکھنی ہوں تو مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری، ایک تحقیقی مقالہ'' کانپور یونیورسٹی کانپور مطبوعہ دہلی ص ۲۳۶ر تا ۲۵۵۔ مصنفہ ڈاکٹر سراج احمد بستوی۔

(۲) ''کلام حضرت رضا قدس سرۃ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ'' (مع حدائق بخشش کامل) مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ، کراچی جولائی ۱۹۷۶ء ص ۱۴۴ر تا ۱۹۱۔ مصنفہ علامہ شمس بریلوی۔

(۳) صابر حسین شاہ قادری بخاری سید: ''اقلیم نعت کا بادشاہ'' مطبوعہ لاہور، ص ۱۶۔

(۳۰) ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی، ''حدائق بخشش کا فنی وعروضی جائزہ'' مقدمہ حدائق بخشش مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی، یکم جولائی ۱۹۹۷ء، ص ۲۱۔

(۳۱) ایضاً ص ۲۸

(۳۲) علامہ شمس بریلوی، کلام حضرت رضا قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ'' (مع حدائق بخشش کامل) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ، کراچی جولائی ۱۹۷۶ء ص ۱۸۰۔

(۳۳) ڈاکٹر سراج احمد بستوی، مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری۔ ایک تحقیقی مطالعہ کانپور یونیورسٹی کانپور مطبوعہ دہلی ۱۹۹۷ء ص ۲۸۲۔

(۳۴) ''کلام رضا'' نظر لدھیانوی، مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۸۳/۸۴ بحوالہ ''مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری'' مصنفہ ڈاکٹر سراج احمد بستوی ص ۲۸۳۔

(۳۵) قصائد میں انوری، سلمان، سانوجی، ظہیر فاریانی، فاقانی اور بدر چاچی متقدمین شعراء نے فلکیات کے مضامین اور انسان پر اس کے اثرات کو بڑے یقینی رنگ میں پیش کیا۔ ان شعراء نے علم ہیئت کی مصطلحات کو اپنے کلام میں پیش کیا۔ بدر چاچی فارسی کا مشہور شاعر ہے جس نے محمد تغلق کی مدح میں جو قصیدے لکھے ہیں ان میں کثرت سے فلکیات و ہیئت کی مصطلحات کو پیش کیا ہے ملاحظہ ہو۔ معارف رضا شمارہ ہفتم (۱۹۸۷ء) کراچی ص ۴۱-۴۲۔

(۳۶) معارف رضا شمارہ ہفتم (۱۹۸۷ء) کراچی ص ۶۶۔

(نوٹ): افسوس کہ حضرت علامہ شمس بریلوی ۱۳/مارچ ۱۹۹۷ء کو وصال فرما گئے انکے بعد کوئی ایسا عالم جو شاعر و ادیب بھی ہو نظر نہیں آتا جو باقی ماندہ ۷۵/اشعار مبنی بر مصطلحات فلکیات کی تشریح کر سکے۔ البتہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (ریڈر طبیہ کالج، دہلی) کی ہستی ایسی ہے کہ وہ اگر اس کام کی طرف متوجہ ہوں تو یقیناً بحسن وخوبی انجام دے سکتے ہیں وجاھت۔

(۳۷) علامہ شمس بریلوی، کلام رضا قدس سرہ، کا تحقیقی اور ادبی جائزہ (مع حدائق بخشش کامل)

مدینہ پبلیشنگ کراچی ص ۲۲۰۔

(۳۸) (الف) مولانا کاثر نیازی، ''امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ ایک ہمہ جہت شخصیت مطبوعہ ادارۂ تحقیقات (۱۹۹۳ء) ص ۲۱۔

(ب) پرفیسر ڈاکٹر نجیب الدین جمال سابق عمید کلیہ فنون ورئیس شعبۂ اقبالیات اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، پاکستان، حال استاذ زائر (Visiting Professor) قسم اللغۃ الارویہ وآدابھا، کلیات اللغات والترجمہ، جامعۃ الازھر الشریف، قاھرہ، مصر، ''اردو نعت گوئی کے امام ---- احمد رضا خاں'' بحوالہ ''کتاب التذکاری ---- مولانا احمد رضا خاں'' (اردو حصہ) مرتبہ حازم محمد محفوظ، مطبوعہ دار الاتحاد، قاھرہ مصر ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء ص ۱۶۸۔

(۳۹) ڈاکٹر سراج احمد بستوی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری، ایک تحقیقی مطالعہ، کانپور یونیورسٹی، ص ۳۰۲۔

(۴۰) علامہ شمس بریلوی، کلام رضا قدس سرہ کا تحقیقی اور ادبی جائزہ (مع حدائق بخشش کامل) مدینہ پبلیشنگ، کراچی ص ۲۲۸ (مقدمہ)

(۴۱) پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بنارسی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدۂ معراجیہ پر ایک تحقیقی مقالہ، باہتمام شاہ تراب الحق قادری، بزم اہل سنت، کراچی ص ۲۹-۳۲۔

(۴۲) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ''آئینہ رضویات (حصہ سوم)'' مرتبہ محمد عبدالستار طاہر، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی (۱۹۹۷ء) ص ۱۳۰۔

(۴۲ب) افتخار عارف، :''فاضل بریلوی کی اردو نعت گوئی'' شمول ''معارف رضا'' شمارہ ۱۷، (۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء) ص ۱۲۹

(۴۳) یہ بات علامہ نصر اللہ خاں صاحب نے اپنی ماہانہ محفل گیارھویں شریف میں بار بار کہی اور اس

کے گواہ وہ تمام لوگ ہیں جو ان کی محفل میں پابندی سے آتے ہیں۔ علامہ نصر اللہ خانصاحب اعاظم علماء اہل سنت مثلاً مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری، شمس العلماء حضرت علامہ مولانا محمد نظام الدین الہ آبادی، صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، محدا عظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی علیہم الرحمۃ کے ارشد شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے ''مقدمۂ عید میلاد النبی'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جو بڑی تقطیع کے ۱۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں حدائق بخشش (حصہ اول و دوم) سے ۱۸ منتخب نعتوں اور تقریباً ۸ منقبتیہ قصائد کے منتخب اشعار کو نقل کر کے حل اللغات فرمائی ہے اور ہر شعر پر صحیح تلفظ کیلئے اعراب لگائے ہیں، اس میں اردو اور فارسی دونوں کلام شامل ہیں۔ حال ہی میں حدائق بخشش حصہ سوم کی تعلیق اور اعراب کا کام بھی شروع کیا ہے۔

(۴۴) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد آئینۂ رضویات (حصہ سوم) مرتبہ عبدالستار طاہر، ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۷ء ص ۱۳۲۔

(۴۵) پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری، کاروان عشق کا سالار، بحوالہ ماہنامہ ''اہل سنت'' گجرات (پاکستان) صفر/ربیع الاول شریف ۱۴۲۰ھ، ص ۵۵۔

نام............تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا کا مقام

تحریر............صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

تقدیم............پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات............48 تعداد........ایک ہزار

سن اشاعت........ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

نگران طباعت...... اقبال احمد اختر القادری

ناشر

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اسلام آباد

☆ 44/4-D، اسٹریٹ، 38، سیکٹر F-6/1

☆ (کراچی) 25، جاپان مینشن ریگل چوک، صدر کراچی